۱۹۵۳ء

ضمیرِ کُن فیکون ہے مزاجِ دانِ بشر
امین تیرِ قضا و قدر، کمانِ بشر
فساد و ظلم کی تخلیق، امتحانِ بشر
ملائکہ کی جبیں، سنگِ آستانِ بشر
خموش بحثِ غلط میں جو علم پا کے رہا
یہ کسرِ نفس فرشتوں کا سر جھکا کے رہا

قریب تر ہے یہ خالق سے با ہمہ دوری
اسی کی ذات پہ بس سعیِ کُن ہوئی پوری
ظہورِ جلوۂ قدرت بشانِ مستوری
اک اختیارِ مجسم بہ شکلِ مجبوری
ملک کا علم ہے محدود بندگی کے لیے
عمل کا جذبۂ مخصوص آدمی کے لیے

نہ کیوں ہو عالمِ اکبر یہ عالمِ پُرکار
کہ جس کی ذات ہے گویا خزینۂ اسرار
وہ جسم سرمۂ چشمِ ملک ہے جس کا غبار
وہ روح امرِ مشیّت کی جو امانت دار
وہ دل جو عرشِ حقیقت ہے حق شعاری سے
وہ نفس جس کا ہے سودا رضائے باری سے

وہ آنکھ عینِ حقیقت ہے جس کی خود نگری
وہ کان، کانِ صداقت بہ وصفِ دیدہ وری
جبیں میں عظمتِ لوح و قلم کی جلوہ گری
مشیّتِ صمدی ہے بصورتِ بشری
نہیں علیم، مگر عالمِ دو عالم ہے
نہیں قدیر، مگر قدرتِ مجسم ہے

عجیب ذرۂ صحرا طراز اس کا وجود
عجیب قطرۂ طوفاں شگاف اس کی نمود
عجیب جلوۂ جاناں نواز اس کا شہود
خود اپنی ذات میں محدود اور بغیر حدود
جو اپنے عالمِ وہم و گماں میں رہتا ہے
مکاں کی قید میں بھی لامکاں میں رہتا ہے

یہ مُشتِ خاک ہے وہ مایۂ خمیرِ شعور — تمام پیکرِ خاکی ، تمام عالمِ نور
خود اپنی چشمِ تماشا سے گو رہے مستور — مگر یہ غیبتِ مطلق کا رازداں ہے حضور

اگرچہ اہلِ نظر ہے ، ہلاکِ دید بھی ہے
یہ حُسنِ ذات کا شاہد بھی ہے شہید بھی ہے

یہ خاک آدم و حوّا کی جس میں ہے شرکت — ہے دو طرح کی بحدِّ نزاکت و قوّت
قوی ہو گر تو رجُل ہے نحیف تو عورت — جلال اس کا ہے شیوہ جمال اس کی صفت

یہ اور شئے ہے تشدّد سے مرد حاوی ہیں
مگر فضائلِ انسانیت مساوی ہیں

نہ مَرد کو ہے تفوّق حیات میں زَن پر — نہ زن ہے منزلِ امکاں میں مرد سے برتر
جُدا جُدا ہیں خصائص الگ الگ جوہر — وہ مردمی ہے یہ عفّت وہ علم ہے یہ ہُنر

وہ اِس کی مثل ، یہ اُس کا جواب ہے گویا
کتاب وہ ہے یہ اُمّ الکتاب ہے گویا

یہ فکر ہے وہ تفکّر ، یہ ذہن ہے وہ ذہین — یہ عشق ہے تو وہ عاشق یہ حُسن ہے وہ حسین
یہ ہے مکان کی زینت وہ زینتوں کا مکیں — یہ ہاجرہ وہ مہاجر یہ آمنہ وہ امیں

یہ گو عمل میں ادھوری ہے اور وہ سارا ہے
مگر یہ مصحفِ تخلیق ہے وہ پارا ہے

یہ عیش ہے وہ معیشت یہ ساز وہ آہنگ — یہ گل وہ دامنِ گلچیں یہ بوئے گل تو وہ رنگ
یہ انبساطِ دلِ پُرغبار ، وہ دل تنگ — یہ شانِ حسن وہ شانہ یہ آئنہ تو وہ سنگ

قیاسِ عام میں لیلیٰ یہ ہے تو قیس وہ ہے
یہ حسن سے ہے مسلّح وفا سے لیس وہ ہے

یہ جانِ عظمتِ ماضی وہ شانِ صورتِ حال — یہ دل وہ عقل یہ جذبہ وہ حس یہ قال وہ حال
یہ شاعری کی لطافت وہ فلسفے کا کمال — یہ نُور ہے وہ فرشتہ ، جو خوب ہوں اعمال

یہ مصلحت ہے خدا کی وہ مدعا کُن کا
یہ مومنین کی ماں ہے وہ باپ ہے اُن کا

قناعت اِس کی صفت کسبِ زر پہ اُس کی نظر　　یہ فالِ نیک وہ تدبیر و عزم کا پیکر
مگر یہ دونوں کے جذبے میں فرق ہے یکسر　　کہ مامتا کو فضیلت ہے ہر محبت پر

کھُلے گا زن کا شرف حشر کے قیام کے ساتھ
پکارے جائیں گے جب لوگ ماں کے نام کے ساتھ

اسی روش پہ ہے قائم غرض جہاں کا نظام　　کہ مرد و زن ہیں رہِ زندگی میں گام بگام
مگر یہ بات ہے عورت کا خاص منصبِ عام　　پلے ہیں دودھ سے اِس کے ولی رسول امام

یہ حسنِ ظن ہی نہیں وصفِ زن مقرر ہے
علوئے نفس کا معیار شیرِ مادر ہے

وہ نرم و نازک و کمزور ہے یہ صنفِ جلیل　　کہ پنکھڑی سے بھی گل کی پڑے بدن پہ نیل
مگر کہیں کوئی ناموس میں اگر ہو دخیل　　تو شیرنی سے نہیں کم پھر اس کی یہ چشمِ جمیل

مصیبتوں میں غضب پُر شکوہ بن جائے
پہاڑ غم کے جو ٹوٹیں تو کوہ بن جائے

قدم قدم جو یہاں مضطرب ہیں بدر و حنین　　یہ سب ہیں فتح جو عورت کا عزم ہو مابین
اک امتحانِ رضا و قضا ہیں یہ کونین　　رضا کا نام ہے زینبؑ، قضا کا نام حسینؑ

گِنو نفس بھی فضائل جو اِن کے گِننا ہیں
وہ ضبطِ نفس ہیں، یہ نفسِ مطمئنہ ہیں

ادب کا اب ہے محل ہاں قلم سنبھل کے چلے　　رواں ہو وادیِ صبر و رضا میں سر کے بل
یہ اُس کا ذکر ہے پردہ ہے جس کا ضربِ مثل　　سخن کے چہرے پہ حرفوں کا ڈال دے آنچل

کلامِ مدح کو دیکھے نظر تو پردے سے
سُنے بھی گوشِ سماعت اگر تو پردے سے

یہ ذہن ہے جو رسا مدحِ مرتضیٰ کے لیے　　کہ جس نے عرش سے مضموں ہزار جا کے لیے
رُکا ہے پاسِ ادب سے یہاں ثنا کے لیے　　امامِ عصر مدد کیجیے خدا کے لیے

مری زباں کو روانی عطا ہو کوثر کی
قسم حضورؑ کو تطہیر والی چادر کی

زباں و دل کو میں طاہر کروں گا ہاں ساقی
وہ مے پلا جو ہے تطہیرِ دو جہاں ساقی
رہی جو واجب و ممکن کے درمیاں ساقی
چھپا رکھی ہے وہ پردے کی مے کہاں ساقی
نہاں جو خُم ہے، بصیرت سے کیا نہاں ہوگا
اسی جہاں میں تو ہوگا کہیں، جہاں ہوگا

میں بے حجاب کہوں میرے مہرباں ساقی
ہے اب تو پردۂ غیبت بہت گراں ساقی
اسی امید پہ جیتے ہیں رند، ہاں ساقی
زمانے بھر کو پلا دے گا بارہواں ساقی
بجائے ختمِ رسلؐ دَور بادہ عام کُند
اگر پدر نتواند پسر تمام کُند

بس اب تو جلد ہو ساقی اِدھر نگاہِ کرم
کہ تیرے ہجر میں ہے نظمِ دو جہاں برہم
زمیں پہ شام و سحر منتظر ہے اک عالم
فلک پہ آنکھوں میں اٹکا ہوا مسیح کا دَم
رہے خیال کہ بس ہوگئی قرار کی حد
ملے نہ حدِّ قیامت سے انتظار کی حد

پیوں گا ڈٹ کے میں ساقی صراحیاں بھر لے
جو آج چاہے تو اک دل بنامِ حیدرؑ، لے
بجائے جام یہ حاضر ہے کاسۂ سر، لے
یقیں نہ ہو تو ابھی آکے اِمتحاں کر لے
خدا گواہ میں غائب پرست ہوں ساقی
بغیر دیکھے ہوئے جب تو مست ہوں ساقی

جو دم میں دم ہے تو شانِ ظہور دیکھوں گا
کبھی قریب کبھی تجھ کو دُور دیکھوں گا
کبھی بجلوہ گہِ لاشعور دیکھوں گا
مجھے تو ضد ہے کہ جلوہ ضرور دیکھوں گا
جو زندگی میں مری یاں نہ آئے گا ساقی
میانِ حشر کہاں بچ کے جائے گا ساقی

خمار آنے لگا اب یہ ذکر چھوڑ، پلا
نہ دیکھ شیخِ طریقت کے جوڑ توڑ، پلا
نہ دیر کر کے مرے شوق کو جھنجوڑ، پلا
وِلا کے جام میں اسلام کا نچوڑ، پلا
میں اس سے کم نہ پیوں گا مرے غنی ساقی
حجابِ غیبتِ کبریٰ میں جو چھپی ساقی

وہ مے جو شمعِ حرم، پاکباز کی صورت　　پسندِ حضرتِ باری، نماز کی صورت
سرور، حور کی زلفِ دراز کی صورت　　خدا کی لوح میں محفوظ، راز کی صورت
وہ ساغرِ ازلی، دل جو تابناک کرے
وہ بادۂ ابدی، جو بدی سے پاک کرے

میں ایک جام پیمبرؐ کا نام لے کے پیوں　　پھر ایک ساقیِ کوثر کا نام لے کے پیوں
جو زہر بھی ہو تو شبّرؑ کا نام لے کے پیوں　　لہو کا گھونٹ بھی سرور کا نام لے کے پیوں
پیوں بھی اتنی کہ بہکوں نہ ڈگمگا کے گروں
اگر گروں بھی تو زہرا کے در پہ جا کے گروں

وہ مے پلا جو بھلا دے جہاں کے جور و جفا　　پیوں گا کھول کے جی۔ لاکھ محتسب ہو خفا
یہی ہے اب تو مناسب بہ اقتضائے وفا　　کہ جامِ دُرِّ نجف ہو سبوئے خاکِ شفا
بہ استقامتِ پا دَور میں فلک کے پیوں
نجف سے پی کے چلوں کربلا میں چھک کے پیوں

شرابِ پاک کا ادنیٰ اثر یہ ظاہر ہو　　کہ صاف دل مرا آئینۂ مظاہر ہو
حدودِ پاسِ ادب سے بھی ذہن ماہر ہو　　زباں بھی لفظ بھی مضموں بھی پاک و طاہر ہو
علیؑ علیؑ کا وظیفہ پڑھوں سجود کے بعد
ثنائے حضرتِ زینبؑ لکھوں درود کے بعد　*

شریکِ صبرِ شہِ مشرقین ہیں زینبؑ (١)　　کہ عینِ فاطمہؑ کی نورِ عین ہیں زینبؑ
دلِ محمدؐ و حیدرؑ کا چین ہیں زینبؑ　　خدا کی راہ میں بالکل حسینؑ ہیں زینبؑ
حسینؑ مردِ رہِ انقلاب ہیں گویا
یہ عورتوں میں عمل کی کتاب ہیں گویا

حسینؑ صبر کا آغاز ہیں تو یہ انجام (٢)　　حسینؑ دینِ نبیؐ کی بقا ہیں اور یہ دوام
حسینؑ امام، یہ تکمیلِ مدعائے امام　　حسینؑ فاتحِ کرب و بلا، یہ فاتحِ شام
اُنھوں نے قصرِ رعونت جلا کے خاک کیا
یزیدیت کا کلیجہ انھوں نے چاک کیا

مثالِ بنتِ رسولِ قدیر ہیں زینبؑ (۳) نظیرِ فاطمہؑ ہیں بے نظیر ہیں زینبؑ
امیرِ آلِ جنابِ امیرؑ ہیں زینبؑ شہیدِ راہِ خدا کی وزیر ہیں زینبؑ
نثار دونوں کے ہم باطنی علاقے پر
وہ خطبہ خواں سرِ نیزہ ہیں اور یہ ناقے پر

اٹھے جو بھائی بہن بہرِ حفظِ دینِ کریم (۴) رہِ عمل میں فرائض کو کر لیا تقسیم
کیا اخی نے جو سر دے کے کارِ ذبحِ عظیم وفا کے پھولوں کی پھیلی بہن کے دم سے شمیم
عدو کا دل جو نہ خطبوں سے ان کے ہل جاتا
شہادتوں کو بغاوت خطاب مل جاتا

جنابِ مریم و سارا کہاں ہیں دیں تو جواب انھیں بھی ثانیِ زہرا ملا نبیؐ سے خطاب
جلالِ حیدرِ صفدر ہے ان کے رخ کی نقاب جو بول اٹھیں تو علیؑ ہیں، جو چپ رہیں تو کتاب
رہیں خموش تو خود ظلم کو حجاب آیا
زبان کھولی تو کوفے میں انقلاب آیا

جہانِ عزم میں بنتِ بتولؑ ہوں کہ حسینؑ علیؑ کے دل کی ہیں دھڑکن، نبیؐ کے دل کا ہیں چین
غضب کے بپھرے ہوئے ظلم و جور کے مابین لیے ہوئے ہیں یہ بارِ حفاظتِ ثقلین
امامِ پاک کتابِ خدا کے حافظ ہیں
یہ عترتِ شہِ لولاک کی محافظ ہیں

سحابِ غم میں ہیں زینبؑ وہ برقِ عزم کی رو ہر انقلاب ہے ہلکا سا جس کا اک پرتو
چراغِ بزمِ مصیبت حسینؑ ہیں تو یہ لو جبیں میں اوجِ شہادت کے دو نجوم کی ضو
حسنؑ حسینؑ کی صورت جو ماہ پارے ہیں
مثالِ فاطمہؑ قسمت کے دو ستارے ہیں

یہ اوج بھی نہیں حوا کا یہ حشم بھی نہیں یہ ساکھ بھی نہیں، مریم کی یہ بھرم بھی نہیں
وہ حریت کا تحفظ کریں یہ دم بھی نہیں یہ ہیں اسیرِ ستم اور اسیرِ غم بھی نہیں
صدا قتیں ہیں رواں بنتِ قلعہ گیر کے ساتھ
یہ قید کچھ نہیں آزادیِ ضمیر کے ساتھ

اگرچہ آلِ کِسا میں نہیں ہے ان کا شمول مگر پلی تو ہیں پی کر یہ شیرِ بنتِ رسولؐ
وہی علیؑ کی ہے طینت وہی خمیرِ بتولؑ اسی چمن کی کلی ہیں، حسینؑ جس کے ہیں پھول

یہ کیوں کہوں کہ یہ ایسی ہیں اور ایسی ہیں
بس ایک بات ہے کافی، حسینؑ جیسی ہیں

وہ رُخ جو صورتِ قرآن رسولؐ کو پیارا کتابِ قلبِ جنابِ بتولؑ کا پارا
وہ مردمک جو حیا کے نصیب کا تارا وہ آنکھ عصمتِ زہراؑ کا عین گہوارا

وفا کی روح، تحمل کا اک سراپا ہے
عمل کے آئنے میں فاطمہؑ کا چھاپا ہے

وہ جد رسولِ عرب، رہنمائے خیرِ سُبُل وہ باپ جس کی امامت کا انبیا میں ہے غُل
وہ بھائی جن کا ہے ناقہ نبیؐ سا ختمِ رُسُل وہ گھر کہ جس میں سبھی گلشنِ خلیل کے گُل

طواف جس کا ملک صبح و شام کرتے ہیں
وہ ماں کہ جس کو محمدؐ سلام کرتے ہیں

حیاتِ پاک کے لمحات اوّل و آخر تمام وقف رہے امرِ خیر کی خاطر
صحابیہ ہیں یہ اُن کی جو علم کے ماہر نبیؐ، علیؑ، حسنینؑ اور عابدؑ و باقرؑ

کئی امام ہیں ایسے جو خورد ہیں ان کے
جبھی تو کارِ امامت سپرد ہیں ان کے

جنابِ ہاجرہ و آسیا کی مخدومہ نظر میں شرعِ نبیؐ کے امورِ معلومہ
رضائے حق سے رضیّہ، غریب، مظلومہ رگوں میں بنتِ پیمبرؐ کا خون، معصومہ

جو نص نہیں تو نہ ہو، رجس ایک دم بھی نہیں
یہ فاطمہؑ کے برابر نہیں تو کم بھی نہیں

اگرچہ خیرِ نسا ہیں بتولؑ نیک نہاد پر ایک بات میں زینبؑ کچھ ان سے بھی ہیں زیاد
نبیؐ نے اِن کی ولادت کے دن کیا ارشاد یہ پڑھ کے آئی ہیں سارے علوم بے استاد

رسولؐ، مردوں میں اُمّی بقولِ قُمّیؔ ہیں
یہ عورتوں میں ہیں وہ عالمہ جو اُمّی ہیں

علومِ حضرتِ زینبؑ سے کرکے قطعِ نظر — مِلی اک اور فضیلت ہر ایک سے بڑھ کر
ادائے فرض میں کردار تھا وہ محکم تر — کہ اعتماد امامت نے کرلیا جس پر
امام، گو کہ ہیں زین العباؑ حسینؑ کے بعد
مگر وصی ہیں یہی شاہِ مشرقین کے بعد

جو بعدِ علم، عمل دیکھنا ہو زینبؑ کا — یہ دیکھ لو کہ اثر اُن کی تربیت کا ہے کیا
جو ایک عون سا فرزند ہے بعونِ خدا — تو اک جنابِ محمدؐ سا لال، صلِّ علیٰ
زمانہ دنگ ہے، بچے وہ کام کرکے مرے
مرے تو موت کو اپنا غلام کرکے مرے

ثنائے حضرتِ زینبؑ ثنائے زہراؑ ہے (۷) نقابِ روئے مبارک ردائے زہراؑ ہے
وہی نگاہِ حقیقت نمائے زہراؑ ہے — رہِ عمل میں یہ بی بی بجائے زہراؑ ہے
جہادِ نفس کیا، قتلِ عام کے بدلے
نبیؐ کے گھر کو سنبھالا، امام کے بدلے

شریکِ معرکۂ دشتِ کربلا زینبؑ (۸) رہِ وفا میں شہادت کا نقشِ پا زینبؑ
دیارِ شام میں عترت کی ناخدا زینبؑ — نشانِ عظمتِ حق، یا حسینؑ یا زینبؑ
رسن میں بندھ کے بھی عقدہ کشا جو ہے سب کا
خدا کا ہاتھ ہے بازو جنابِ زینبؑ کا

یہ وہ ہیں جن کے اشاروں پہ حق کے کام چلے (۹) حرم، انھیں کی قیادت میں صبح و شام چلے
جو رُک گئیں تو نہ عابد بھی ایک گام چلے — ہم ان کو کیا کہیں مرضی پہ جب امام چلے
رسولؐ گو کہ نہیں ہیں یہ رہبری کے لیے
مگر ہیں جزوِ مُتمّم پیمبری کے لیے

ہزار غم میں گھری ہیں، ملول بھی یہ نہیں — بسا دیا چمنِ شرع، پھول بھی یہ نہیں
گناہ سے بھی بری ہیں، بتول بھی یہ نہیں — پیامِ حق ہے زباں پر، رسولؐ بھی یہ نہیں
دمِ خطاب و خطابت نبیؐ کی شان بھی ہے
جلالِ آیۂ توحیدؑ کی آن بان بھی ہے

(۱۰)

بیاں ہو کیا شرف و جاہِ بنتِ قلعہ شکن ملی نبیؐ کی زباں ان کو، فاطمہؑ کا دہن
علیؑ کا طرزِ سخن، بھائیوں کا خُلقِ حَسن اس ایک تن میں سمائے ہیں پنجتن کے چلن
عجب نہ تھا جو شہِ خاص و عام ہو جاتیں
نہ ہوتیں پردہ نشیں تو امام ہو جاتیں

نبیؐ کے دین پہ احسان ہے یہ کیا کچھ کم کہ ہیں یہ قافلہ سالارِ کاروانِ حرم
جھکا جو سجدہ گہِ کربلا پہ حق کا علَم کیا بلند انھوں نے رسولؐ کا پرچم
نشان جس سے ہے باقی رسولِؐ داور کا
ہے اُس نشاں میں پھریرا انھیں کی چادر کا

ہوا جو فاطمہؑ کا لال فدیۂ اسلام اشاعت اس کی تھی لازم میانِ کوفہ و شام
یہ اِس لیے کہ حکومت کے مفتیانِ کرام تراشتے تھے مسلسل جوازِ قتلِ امام
یہ کہتے تھے کہ وہی درپئے یزید ہوئے
حسینؑ کوہ سے ٹکرا کے خود شہید ہوئے

یہ کربلا ہی سے جاری تھی سازشِ اغیار نکھر کے آئے نہ ہرگز حسینؑ کا کردار
مگر حسینؑ کی ہمشیر! دین تجھ پہ نثار کہ بڑھ کے بن گئی تاریخ کی امانت دار
یہ باب وہ ہے جہاں کوئی سدِّ باب نہیں
سوالِ زینبؑ و زنداں کا کچھ جواب نہیں

امیرِ شام کی جن کو خطا نہیں تسلیم جواب دیں کہ اگر کربلا کا ذبحِ عظیم
نہ تھا یزید کا عزمِ صمیم و عہدِ قدیم تو کیوں یہ سلسلۂ ظلم و جَور کی تعمیم
خزاں کے بعد کھلایا نیا شگوفہ کیوں
جو کربلا تھی یکایک تو شام و کوفہ کیوں

سرِ حسینؑ تھا قرآں خواں بنوکِ سناں تو لب پہ زینبِ کبریٰ کے خطبۂ عرفاں
وہ اک اشارۂ مجمل اور ان کی بات عیاں جو یوں نہ پھول کھلاتیں تو آچکی تھی خزاں
جہادِ سبطِ نبی بے مآل ہو جاتا
لہو شریعتِ حق کا حلال ہو جاتا

یہی وہ کارِ اہم تھا بحدِّ صبر و رضا — جو عظمتوں میں شہادت سے کم نہ تھا بخدا
علیؑ کی بیٹی سیاست جہاں کی سمجھ پہ فدا — خوشی سے دے کے رِدا حق کا رکھ لیا پردا
شریکِ کلمۂ حق لاکلام ہو کے رہیں
شہادتوں کی بقائے دوام ہو کے رہیں

ہجومِ غم میں دلِ بے غبار لے کے چلیں — حرم کو دشت سے مردانہ وار لے کے چلیں
امانتوں کا پیمبرؐ کی بار لے کے چلیں — خزاں کے رنگ میں اصلی بہار لے کے چلیں
وہ کام کر گئیں دَورِ حیاتِ فانی میں
ہوئیں شریکِ شہادت یہ زندگانی میں

دیارِ شام میں شمعِ حرم جلا کے پھریں — کہ حق کے زور سے باطل کا سر جھکا کے پھریں
یہ انقلاب بھی ذہنیتوں میں لا کے پھریں — یزیدِ نحس سے دنیا کا دل پھرا کے پھریں
قلوبِ خلق میں عظمت بٹھا کے سرور کی
سرِ برہنۂ زینبؑ نے یہ مہم سر کی

عجیب کام کیا تم نے مرحبا زینبؑ (11) معینِ مقصدِ سلطانِ کربلا زینبؑ
حسینؑ منزلِ حق ہیں تو حق نما زینبؑ — وہ ابتدائے شہادت تو انتہا زینبؑ
برائے نام شہیدوں کا نام رہ جاتا
جو یہ نہ ہوتیں ادھورا پیام رہ جاتا

وہ پُر شکوہ تھا زینبؑ کا عزمِ لافانی — کہ تشنگی میں مصائب کو کر دیا پانی
حسینؑ از سرِ نو لاالٰہ کے بانی — شریکِ کارِ حسینی یہ مریمِ ثانی
رہے گا حشر تک ان کا جلال جلّ اللہ
بشکلِ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ

زہے فضائلِ ذکرِ جلالتِ زینبؑ (12) نبیؐ کو حق نے سنائی بشارتِ زینبؑ
یہ کم نہیں ہے دلیلِ سعادتِ زینبؑ — حرم کا قافلہ ہے اور قیادتِ زینبؑ
امامِ وقت کو سینے سے ہیں لگائے ہوئے
حسینیت کا علم بے تکان اٹھائے ہوئے

مصیبتوں کو اک انعامِ ایزدی جانا خوشی کو غنچۂ نوخیز کی ہنسی جانا
سکونِ قلب کو ہستی میں نیستی جانا وفا کی گود میں مرنے کو زندگی جانا
دوائے دیں کے لیے دردِ دل قبول کیا
ہر ایک خار کو ذوقِ نظر سے پھول کیا

(۱۳)
وہ حِلم و صبر و تحمل رسولؐ کی صورت ابو ترابؑ کی سیرت بتولؑ کی صورت
وہ ضبطِ غم حسنؑ دل ملول کی صورت حسینؑ خوش ہوں تو کھل جائیں پھول کی صورت
امامؑ پر یہ فدا ہیں، امامؑ زینبؑ پر
درودِ سبطِ نبیؐ پر، سلام زینبؑ پر

(۱۴)
انھی کے ساتھ کبھی غم کو غم نہیں سمجھا ستم کو بھائی کی خاطر ستم نہیں سمجھا
علیؑ سے گھٹ کے انھیں ایک دم نہیں سمجھا حسینؑ نے بھی انھیں ماں سے کم نہیں سمجھا
یہ بھائی وہ ہے کہ جانا بہن کو جاں کی طرح
یہ وہ بہن ہے جو بھائی کو روئی ماں کی طرح

(۱۵)
انھی کے غم میں تھیں اشکوں سے گرچہ آنکھیں تر جمی ہوئی تھیں نگاہیں مگر فرائض پر
اُدھر وہ سلسلۂ حادثات پیشِ نظر اِدھر حفاظتِ ناموسِ احمدؐ و حیدرؑ
اُدھر یہ فکر کہ منجدھار میں سفینہ ہے
اِدھر کلیجے سے لپٹی ہوئی سکینہ ہے

(۱۶)
وہ رن میں خاتمۂ پنجتن وہ حشر کی شام ظہورِ شامِ غریباں ہجومِ لشکرِ شام
خیام جھلسے ہوئے جن میں دل جلوں کا قیام ردائیں سر پہ نہ مقنع، نہ سرپرست امام
یہ بارکس سے اُٹھے شاہِ مشرقین کے بعد
ندا یہ آئی کہ زینبؑ تو ہیں حسینؑ کے بعد
وہ ننھے ننھے سے بچے وہ فاقہ کش سادات وہ قتل گاہ میں لاشوں کے ڈھیر تا بہ فرات
وہ سائیں سائیں کی آواز وہ اندھیری رات علیؑ کی بیٹی تھی پہرے پہ یا خدا کی ذات
شکست کا جو نہ تھا خوف قلبِ خستہ کو
اُٹھا لیا تھا بس اک نیزۂ شکستہ کو

خموش مائیں تھیں، سہمے ہوئے تھے سب اطفال　　حرم کے حلقے میں زین العبا تھے غم سے نڈھال
مگر یہ بنتِ یداللہ کا تھا جاہ و جلال　　کہ خود حفاظتِ عترت کو بن گئی تھیں ڈھال
الجھ کے لاشوں میں ہر ہر قدم پہ گرتی تھیں
اندھیری رات میں خیمے کے گرد پھرتی تھیں

جو رو دیا کوئی بچہ تو آئیں دوڑ کے پاس　　تھپک کے اس کو سُلاتی رہیں بحسرت و یاس
نکل کے خیمے سے باہر پھر آئیں بے وسواس　　حرم میں بن گئیں زہراؑ طلایہ میں عباسؑ
یہ حال تھا کہ اک آوازِ تیز پا آئی
سکوتِ دشت میں ٹاپوں کی سی صدا آئی

نظر اُٹھا کے جو دیکھا بدیدۂ قہار　　تو باگ اٹھائے چلا آرہا تھا ایک سوار
بلند کر کے یہ نیزہ پکار اٹھیں اک بار　　یہ کون آتا ہے بس روک لے وہیں رہوار
نہ راستہ نہ مقامِ سپاہ ہے بھائی
یہ بارگاہِ رسالت پناہ ہے بھائی

رکا نہ وہ تو پکاریں بدل کے یہ تیور　　سُنا نہیں ابھی تو نے میں کہہ رہی ہوں ٹھہر
جو لُوٹنا ہے دوبارہ ہمیں تو لُوٹ مگر　　بس اتنی دیر کو دم لے کہ ہو نمودِ سحر
عدو کے ظلم نے بچوں کے ہوش کھوئے ہیں
یہ بھوکے پیاسے ابھی روتے روتے سوئے ہیں

رُکا نہ پھر بھی جو وہ شہسوارِ عرصۂ غم　　تو بنتِ حیدرِ کرار ہو گئیں برہم
کہا بغیظ کہ او آنے والے تیز قدم　　اُٹھے گا حشر اگر تان لیں گے نیزہ ہم
جسارتوں سے تری، بات دمبدم نہ بڑھے
یہ اب ہے حکم ہمارا کہ اک قدم نہ بڑھے

جب اس پہ بھی نہ مسافر نے حوصلہ ہارا　　تو بڑھ کے دخترِ شیرِ خدا نے للکارا
سمجھ لیا ہمیں بالکل ضعیف و بے چارا　　جو سورما ہے تو آ، مَیں ہوں معرکہ آرا
علیؑ کی گود کے پالوں کو باک ہی کب ہے
حسینؑ تیرے مقابل نہیں یہ زینبؑ ہے

میں ہوں محافظِ آلِ رسولؐ نیک اساس
مجھے نہ فرض سے غافل کرے گا خوف و ہراس
نہ یہ سمجھ کہ ہوں میں پائمالِ حسرت و یاس
مرے پدر ہیں علیؑ ، میرے بھائی ہیں عباسؑ
نہ قید و بند میں مجبورِ شور و شین سمجھ
میں عصر تک تھی حسنؑ ، اب مجھے حسینؑ سمجھ

یہ سُن کے بھی جو قریب آگیا وہ تیز خرام
انھوں نے بڑھ کے پکڑلی وہیں فرس کی لجام
کہ اب کسی کو نہیں ہے اجازتِ یک گام
کہ اس کے بعد ہی ناموسِ مصطفےٰؐ کے خیام
جلیں مَلک کے بھی پَر ، یہ وہ راہِ مشکل ہے
کہ اب قدم کی نہیں سر کے بل کی منزل ہے

لجام تھام کے زینبؑ نہ جب جگہ سے ٹلی
ٹھہر گیا وہیں راکب بہ حکمت عملی
گلے میں ڈال کے باہیں وہ صابرِ ازلی
نقاب اُلٹ کے پکارا کہ میں علیؑ ہوں علیؑ
رسولؐ تیرے محافظ ہیں غم نہ کھا بیٹی
میں گردِ خیمہ پھروں تو حرم میں جا بیٹی

اخی کے ساتھ اٹھایا ہے بارِ غم دن بھر
سحر کے ہوتے ہی درپیش شام کا ہے سفر
تمام سوگئی ہے رو کے آلِ پیغمبرؐ
ذرا سی دیر کو سیدھی تو کرلے تو بھی کمر
کہا کہ سوؤں گی ، نیٹوں تو داغ کھانے سے
ابھی تو پشت بھی زخمی ہے تازیانے سے

بس اے نسیم کہ اک شورِ آہ و زاری ہے
دعا کا وقت ہے رقت ہر اک پہ طاری ہے
ہر ایک آنکھ سے دریائے اشک جاری ہے
حیات غرقِ عطائے جنابِ باری ہے
یہ عرض کر ، مری محنت وصول ہو جائے
جو مرثیہ مرا یارب قبول ہو جائے